آہ میرا قائد . . .

جناب محمد یونس چوہدری

یہ ۱۹۶۷ء، ۱۹۶۸ء کی بات ہے صدر ایوب خاں کے اقتدار کا آخری دور ہے انہی ایام میں جمعیت اہل حدیث کے قافلۂ حریت فکر کے علمبرداروں میں ایک نوجوان کی آمد ہوتی ہے یہ نوجوان جو مدینہ یونیورسٹی سے تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر ہی نہیں آیا بلکہ تقریباً بانوے ممالک کے طلباء میں اول آیا، ذہانت و فطانت کی بلندیوں کو چھونے والا یہ نوجوان تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کا نامور خطیب ہی نہیں بلکہ شہسوار خطابت کہلانے لگا اس سے میری شناسائی کا آغاز پاکستان آمد پر تقریباً ایک دو ماہ بعد ہوا اور پھر یہ شناسائی بڑھتے بڑھتے اس طرح بڑھی کہ حوادثِ زمانہ اور گردش لیل و نہار بھی ہماری راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے یہ پیار و محبت کا دور اس طرح ختم ہوا کہ بقول فیض ؎

وہ جا رہا ہے کوئی شب غم گزار کر

آج اس مرد جری کو جو خطابت کا بادشاہ جو نوجوانوں کے مستقبل کی امیدیں جو سفید ریش بزرگوں کی آہ سحرگاہی کا ثمرہ تھا جو بہنوں کی دعاؤں کا نتیجہ تھا اور اہل حدیث افراد کے لیے چراغِ سحرگاہی تھا۔ جو بڑوں اور چھوٹوں سے اس خندہ پیشانی سے ملتا کہ گویا ملنے والوں کا اس سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو جب ملتِ اسلامیہ قرارداد پاکستان کی یاد میں خوشی و مسرت سے شاداں تھی اور جس جگہ قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی اس سے چند گز کے فاصلے پر سیرت النبی ﷺ کے جلسے سے میرا قائد اپنے رفقاء کے ساتھ خطاب کر رہا تھا کہ یک لخت ایک زبردست دھماکہ ہوا جس سے چہار سو ایک کہرام بپا ہو گیا۔ دلدوز چیخوں، آہوں، سسکیوں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ قیامتِ صغریٰ بپا تھی لوگ خون میں نہائے تڑپ رہے تھے۔ لوگ سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ اس گلستان کو کس کی نظرِ بد کھا گئی۔ انسانوں کا ایک ہجوم تھا جو زخموں سے نڈھال اور بیہوشی کے عالم

میں مبتلا لوگوں کو اٹھا اٹھا کر ہسپتال پہنچا رہا تھا۔ ان میں نوجوانوں کی تنظیم "اہل حدیث یوتھ فورس" کا قائد محمد خاں نجیب بھی تھا جس نے اپنی تقریر کو تھوڑی دیر پہلے اس شعر پر ختم کیا تھا کہ ؎

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

دیگر شدید زخمیوں میں اہل حدیث یوتھ فورس کے موجودہ صدر رانا محمد شفیق پسروری، شیخ محمد نعیم بادشاہ، مفکرِ اسلام مولانا عبدالخالق قدوسیؒ خطیبِ ملت کے دستِ راست مولانا حبیب الرحمن یزدانی" اور خود خطیبِ ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر تھے اور بقول منظور احمد منظور ؎

حشر سے کچھ کم نہ تھی گزری جو اے ربِ جلیل
تیرے انسانوں کے ہاتھوں تیرے انسانوں کے ساتھ

اور ہاں تذکرہ ہو رہا تھا شہدائے اہل حدیث کے سرخیل علامہ احسان الٰہی ظہیر کا کہ جس کی آمد نے جمعیت اہل حدیث کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے اس نے جمعیت کے تن مردہ میں جان ڈالنے کا عزم کر رکھا تھا۔ یہ کائنات میں رب کی توحید کا علم بلند کرنے لوگوں کو کتاب وسنت کی دعوت دینے اور جمعیت اہل حدیث کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کا متمنی تھا اس نے گردشِ لیل ونہار کی پرواہ کئے بغیر اپنے مشن کو اس طرح جاری کیا کہ بقول شاعر ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
ہمسفر ملتے رہے اور کارواں بنتا گیا

ایسے ہی بلند پایہ اور قول کے پکے انسانوں کے متعلق ترجمانِ فطرت" بوڈن" یوں رقمطراز ہے کہ۔

"اگر وقتاً فوقتاً اعلیٰ درجہ کے لوگ بطور اسوۂ حسنہ نوع انسانی میں پیدا نہ ہوتے رہے تو لوگ اندھیرے میں بھٹکتے پھریں۔"

میرا شہید قائدؒ جو انسانیت کو حق کی راہ پر چلانے کا درس دینے کے لیے آیا تھا اس نے شب و روز اس طرح گزارے کہ اپنوں اور مخالفوں کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر دنیا کے کونے کونے میں آوازۂ حق بلند کرنے کا عزم کیا ہوا تھا اور بقول شاعر ؎

ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خذف کو کرے نگیں

شہید قائدؒ فن خطابت کا ہی بادشاہ نہیں تھا بلکہ قلم و قرطاس کا بھی دھنی تھا۔ قلیل ہی عرصہ میں میدانِ تحریر میں قدم رکھا اور ایسی بیسیوں نادر کتب لکھ دیں کہ جس سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہو گیا اور ان کی مدلل تحریروں کا آج تک کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ جو چیز آپ کو شدت سے محسوس ہوتی تھی وہ جمعیت اہل حدیث کی تنظیم نو تھی۔ بالآخر برادرانِ یوسف کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر جس جمعیت کو سید داؤد غزنویؒ نے اپنی قیادت اور جناب مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ نے اپنی فہم و فراست سے نوازا تھا اس کی عظمتِ رفتہ کو بحال کرنے کے لیے ۱۹۸۱ء، ۱۹۸۲ء میں اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر جمعیت کی تنظیم نو کا فیصلہ کیا یہ فیصلہ ایسا تھا کہ جس کو مسلک اہل حدیث کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کی طرف سے زبردست پذیرائی حاصل ہوئی اور جمعیت کا قافلہ خطیبِ ملت اور ان کے رفقاء کی قیادت میں دوبارہ رواں دواں ہو گیا جمعیت کی تنظیم نو کے چند ہی سالوں میں جس بات کو سید قائدؒ نے زبردست محسوس کیا وہ نوجوانوں کی بکھری ہوئی افرادی قوت تھی ان میں سے چند ایسے نوجوان بھی تھے جو مختلف الخیال تنظیموں میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کر رہے تھے چنانچہ اس کمی کو شہید قائد نے اہل حدیث یوتھ فورس کے قیام کی شکل میں پورا کیا جو تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کے اطراف و اکناف میں منظم ہو کر ملک کے اہل حدیث نوجوانوں کی نمائندہ تنظیم بن گئی میرے شہید قائدؒ کی محنتِ شاقہ نے چند ہی سالوں میں جمعیت اہل حدیث کو ملک کی صفِ اول کی دینی و سیاسی جماعتوں میں اس طرح کھڑا کیا کہ بقول جگر مراد آبادی ؎

فرض کیا ان کا ہے یہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

شہید قائدؒ میدان خطابت اور قلم و قرطاس کا ہی شہسوار نہیں تھا بلکہ میدانِ سیاست کا بھی بے تاج بادشاہ تھا جس نے وقت کے ہر ظالم و آمر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور اسے للکارا اس کی پالیسیوں پر ناقدانہ تبصرے کئے اس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مقدمہ قتل کے علاوہ دیگر لاتعداد مقدمات بھی قائم ہوئے مگر ان چیرہ دستیوں سے گھبرانے کی بجائے بقول آغا شورش کاشمیری وقت کے آمروں کو ان الفاظ سے للکارا کہ ؎

ہم نے اس وقت سیاست میں قدم رکھا تھا
جب سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں

راہنماؤں کے لیے دار و رسن قائم تھے
خانزادوں کیلئے مفت کی جاگیریں تھیں

شہید قائد نے جہاں ملکی سیاست میں اہم کردار ادا کیا وہاں جماعتی تنظیم کو بھی نظرانداز نہ کیا بلکہ اس کی طرف پہلے سے زیادہ متوجہ ہوئے۔ جماعت کے مرکزی دفاتر مسجد اور مدرسہ کیلئے لاہور میں لارنس روڈ پر ایک قطعہ اراضی موجودہ مرکز اہل حدیث کو ستر لاکھ روپے کی گراں قدر رقم کے عوض حاصل کیا جہاں جماعت کے منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے متعدد پروگرام زیر غور تھے اور ساتھ ہی ساتھ جنوری ۱۹۸۶ میں جب ملک سے مارشل لاء کا دور ختم ہوا شہری آزادیاں بحال ہوئیں سیاسی جماعتوں کو اپنی سرگرمیاں جاری کرنے کی اجازت ملی تو شہید قائدؒ کی چشم بصیرت نے بھی اپنا فرض ادا کرنے کا عزم کیا۔ لہٰذا جمعیت اہل حدیث نے ۱۸ اپریل ۱۹۸۶ سے اپنے سیاسی جلسوں کا آغاز لاہور سے کیا یہ دن لاہور کی تاریخ کا بالعموم اور اہل حدیث حضرات کی تاریخ کا بالخصوص بہت اہم دن تھا جس دن موچی دروازہ کا وسیع و عریض میدان ہی نہیں بلکہ اردگرد کی سڑکیں بھی اہل توحید کی پرعزم افرادی قوت کے آگے اپنی وسعت کے باوجود تنگیٔ داماں کی شکایت کر رہی تھیں یہ جلسہ لاہور کی تاریخ کا بلامبالغہ سب سے بڑا سیاسی جلسہ تھا جس میں شہید قائدؒ اور آپکے رفقاؒ نے قوم کو ایک ولولۂ تازہ دیا اور حکمرانوں سے کتاب و سنت کے عملاً نفاذ کا مطالبہ کیا اور پھر یہ سلسلہ گوجرانوالہ، سیالکوٹ، شیخوپورہ، راولپنڈی، فیصل آباد، ساہیوال اور قصور تک محیط ہوا اس کے علاوہ صوبہ سرحد میں پشاور اور صوبہ سندھ میں کراچی میں بہت بڑے جلسہ ہائے عام سے خطاب کرتے ہوئے میرے شہید قائد نے قوم کو جو پیغام دیا وہ آغا شورش کاشمیری کے الفاظ میں کچھ اس طرح تھا کہ ؎

ناقدو! وقت کی رفتار بدلنے کے لیے
میں نے مجبور نواؤں کو نوا بخشی ہے
کجکلاہوں کی رعونت کا اڑایا ہے مذاق
میں نے بے نور فضاؤں کو ضیا بخشی ہے

اس کے علاوہ شہید قائدؒ نے کم و بیش ہزاروں تبلیغی جلسوں سے بھی خطاب کیا اور کوئی موقع ایسا ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جس میں حکمرانوں سے اسلام کے عملاً نفاذ کا مطالبہ نہیں ہوتا تھا اور ان کے قول و فعل پہ ناقدانہ تبصرے نہیں ہوتے تھے یہی بات حکمرانوں کو ناگوار گزرتی تھی اور شہید قائدؒ

باقی صفحہ ۱۴ پر